International Journal for Multidisciplinary Research (IJFMR)
E-ISSN: 2582-2160 ● Website: www.ijfmr.com ● Email: editor@ijfmr.com

اردو نثر کی تاریخ میں انجینیر اسلم شہزاد کا کردار

طارق حسین تمکین

ایسوسیٹ پروفیسر، شعبہ اردو، ڈگری کالج چھاترو جموں کشمیر

Abstract ملخص

اس تحقیقی مقالے میں معاصر اردو نثر کے ممتاز قلمکار انجینئر محمد اسلم شہزاد کی ادبی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مقالے میں ان کی نمایاں نثری تصانیف" جموں سے دیارِ حرم تک"،" لالہ صحرائی "اور" شہر تمنا "کا اسلوب، فکری جہات، موضوعاتی تنوع، روحانی، تحقیقی اور ادبی خصوصیات کی روشنی میں تجزیہ کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی موجودہ اردو نثر کے رجحانات، تخلیقی معیار، تحقیقی رویوں اور عصر حاضر میں ادب کو در پیش چیلنجز پر بھی اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ انجینئر اسلم شہزاد اگر چہ پیشہ ورانہ طور پر اردو سے وابستہ نہیں، تاہم انہوں نے خلوص، مطالعے، تحقیق اور ادبی شعور کی بنیاد پر اردو نثر میں قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ ان کی تحریروں میں زبان کی سادگی، فکری گہرائی، روحانی اثر آفرینی، تحقیقی دیانت اور معاشرتی شعور نمایاں ہے۔ یہی اوصاف انہیں معاصر اردو نثر نگاروں میں ایک ممتاز مقام عطا کرتے ہیں۔

کلیدی الفاظ :اردو نثر، انجیرنر محمد اسلم شہزاد، معاصر اردو ادب، سفرنامه، اقبالیات، روحانی ادب، تنقید، تحقیق، شہر تمنا، لاله صحرائی، جموں سے دیارِ حرم تک۔

Introduction تعارف

اردو نثر نے اپنی ارتقائی تاریخ میں فکری، تہذیبی، روحانی اور معاشرتی شعور کی تشکیل میں ہمیشہ بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ تاریخ اس بات کی ضامن ہے کہ ہر عہد میں ایسے ادیب پیدا ہوتے ہیں جنھوں نے اپنے مشاہدات، تجربات اور فکری بصیرت کے ذریعے اردو ادب کو نئی جہتیں عطا کیں۔ عصرِ حاضر میں بھی اگرچہ اردو ادب کو مختلف سماجی چیلنجز کا سامنا ہے، تاہم ایسے باصلاحیت قلمکار موجود ہیں جو پیشہ ورانہ طور پر اردو سے وابستہ نہ ہونے کے باوجود خلوص، مطالعے اور ادبی وابستگی کے ساتھ معیاری نثر تخلیق کر رہے ہیں۔

انجینیر محمد اسلم شہزاد انہیں ممتاز قلمکاروں میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے سفرنامہ، اقبالیات، انشائیہ، افسانہ، خاکہ اور فکری مضامین کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی تصانیف علمی تحقیق، روحانی احساس، ادبی لطافت اور سماجی شعور کا حسین امتزاج پیش کرتی ہیں۔ زیر نظر مقالے کا مقصد انجینئر اسلم شہزاد کی نثری خدمات کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ لینا، ان کے اسلوب نگارش، فکری جہات اور اردو نثر میں ان کے مقام کا تعین کرنا ہے۔ اس مقالے میں ان کی اہم تصانیف" جموں سے دیارِ حرم تک" "لالہ صحرائی "اور" شہر تمنا "کو بطورِ خاص زیر بحث لایا گیا ہے تاکہ ان کی ادبی خدمات کا جامع اور متوازن تعارف پیش کیا جا سکے۔

اردو نثر کا باقاعدہ آغاز ملا وجہی کی تمثیلی تصنیف" سب رس "سے ہوتا ہے، جو 1635 میں گولکنڈہ دکن میں عبداللہ قطب شاہ کے دور میں لکھی گئی۔ اس تمثیلی کتاب کو قصئہ حسن و دل بھی کہا جاتا ہے۔ صدیوں

پر محیط اس سفر میں اردو نثر نے فکری، ادبی، اور جمالیاتی پہلوؤں میں نمایاں ترقی کی۔ اردو نثر نہ صرف ہندوستانی معاشرت کا آئینہ بنی بلکہ انسانی جذبات، روحانی اقدار اور فکری تہذیب کو بھی بیان کرنے کا ذریعہ بنی۔ صدیوں سے اردو نثر کی آبیاری میں ہزاروں ادبا اور شعرا کا ہاتھ رہا ہے، جن کا نام اردو زبان و ادب کی تاریخ میں رہتی دنیا تک روشن رہے گا۔ اردو نثر کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ادبا حضرات نے ہر دور کے حالات و واقعات کو فکری مشاہدات کے ذریعے بیان کر کے علاج درد کا مداوا کرنے کی بھر پور سعی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو نثری مواد نہ صرف ہندوستان کے تاریخی پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے بلکہ ہندوستانی معاشرے کی جیتی جاگتی تصویریں بھی پیش کرتا ہے۔

اردو نثر کا موجودہ منظر نامہ

موجودہ دور میں اردو نثر کو دو اہم طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک طبقہ ان ادبا حضرات کا ہے جن کا پیشہ ورانہ تعلق براہِ راست اردو سے نہیں مگر وہ خلوص دل سے اردو زبان و ادب کی مسلسل آبیاری کر رہے ہیں۔ دوسرا طبقہ ان اساتذہ و قلم کاروں کا ہے جن کی روزی روٹی اردو کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جو ہندوستان بھر کے کالجز اور یونیورسٹیز میں اردو کی درس و تدریس کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اردو زبان و ادب کے حوالے سے ان کے نثری کام کو دیکھ کر بنا کسی خوف کے کہا جا سکتا ہے کہ صرف دس فیصد کالج معلم ایسے ہیں جو معیاری ادب تخلیق کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں اردو نثر کا ایک بڑا حصہ غیر معیاری اور تصنع سے بھر پور دکھائی دیتا ہے۔

موجودہ اردو ادب آہستہ آہستہ ریا کاری اور ظاہر داری کا مسکن بنتا جا رہا ہے۔ اب ہر گلی اور چوراہے پر آرٹیفشل انٹیلیجنس کی پیداوار شعرا اور ادبا آپ کو ملیں گے، جو اپنی ذہنی تخلیق کے بجائے مصنوعی ذہانت پر انحصار کر کے تخلیقات اپنے نام سے شائع کر کے اپنے آپ کو شعرا اور ادبا کی پہلی صف میں شمار کرتے ہیں۔ یہ اردو زبان و ادب کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج بھی ہے اور زوال کی پختہ بنیاد بھی۔ بہر کیف اردو زبان و ادب کی موجودہ تاریخ ان ادبا حضرات کی مرہونِ منت ہے جو براہِ راست اردو کے ساتھ وابستہ نہ ہونے کے باوجود بھی بڑے خلوص اور محبت کے ساتھ ادب تخلیق کر رہے ہیں۔ ان ہی پر خلوص اور باکردار ادبی شخصیات میں ایک نام انجینئر محمد اسلم شہزاد کا ہے، جس نے اردو زبان و ادب سے اپنی محبت اور وفاداری نبھاتے ہوئے وقت کی قربانی پیش کر کے ایک معیاری ادب تخلیق کیا۔

جہاں تک انجینئر اسلم شہزاد کی نثر نگاری کا تعلق ہے، اس سلسلے میں ان کی متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، جن میں" جموں سے دیارِ حرم تک"،" لالہ صحرائی"،" شہر تمنا "اور" جہان شہزاد "خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

"جموں سے دیارِ حرم تک :"ایک روحانی سفر کی جمالیاتی روداد

اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد قاری کو مصنف کے روحانی سفر اور اس کی معنویت کا گہرا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ اردو ادب کی روحانیت سے لبریز تصانیف میں" جموں سے دیارِ حرم تک "ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ یہ کتاب انجینئر اسلم شہزاد کی ایک گرانقدر تخلیق ہے، جو نہ صرف ایک سفرنامہ ہے بلکہ ایک قلبی واردات، ایک روحانی مشاہدہ، اور ایک جذباتی داستان بھی ہے۔ مصنف نے اس کتاب کا انتساب اپنے والدین کے نام کیا ہے، جو کہ عقیدت کی ایک عظیم مثال ہے۔ یہ انتساب ان کے لیے ایک صدقہ جاریہ اور مغفرت کی تمنا کا ذریعہ بھی ہے، جو کہ اسلامی تعلیمات کے بالکل عین مطابق ہے۔

کتاب کے ابتدائی صفحات سے ہی قاری ایک خاص روحانی فضا میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہر باب میں مصنف نے عمرہ کے سفر کے دوران پیش آنے والے لمحات کو اس خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ قاری محسوس

کرتا ہے گویا وہ خود اس مقدس سفر کا حصہ بن گیا ہو۔ انجینئر اسلم شہزاد کا طرز تحریر نہایت دل نشین، ادبی اور متوازن ہے۔ انہوں نے مذہبی عقیدت کو ادبی پیرائے میں پیش کیا ہے، اور یوں یہ کتاب ایک عام قاری سے لے کر سنجیدہ ادب کے شائقین تک، ہر فرد کے دل کو چھو لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

مصنف نے کتاب کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا ہے، جو کہ قاری کو بتدریج اس مقدس سفر کی کیفیات سے روشناس کراتے ہیں:

1.جموں سے روانگی :اس باب میں مصنف نے اپنے آبائی شہر جموں سے روانگی کی کیفیت، تیاریوں اور ابتدائی جذبات کو بیان کیا ہے۔ وداع کا لمحہ، دعاؤں کی گونج اور دل میں چھپی امیدوں کا اظہار نہایت جذباتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

2.ریاض کے ہوائی اڈے :یہاں قاری پہلی بار دیارِ حرم کی سر زمین پر قدم رکھنے والے احساس سے متعارف ہوتا ہے۔ نمونہ پیش خدمت ہے:

------"میرا دل ایک مقدس خوشی سے بھر گیا جب بس کی کھڑکی سے پہلی بار مکہ کی سر زمین پر نظر پڑی۔ بچپن سے آج تک اس پاک سر زمین کے حوالے سے کتنے ہی قصے سنے تھے، لیکن آج اپنی آنکھوں سے اس سر زمین کے دیدار ہونے پر دل مسرت سے جھومنے لگا۔ " ------ ص24

ہوائی اڈے کی رسمی کارروائیاں بھی مصنف نے روحانی تاثر کے ساتھ بیان کی ہیں، اور دونوں ممالک کے درمیان سیاسی، تجارتی، اور دیگر بین الاقوامی امور پر भी گفتگو کی ہے۔

3.اور ہم مکہ معظمہ پہنچ گئے :یہ باب بے مثال ہے۔ پہلی بار خانہ کعبہ کا دیدار، بیت اللہ کی عظمت، اور دل پر طاری ہونے والی کیفیت کو مصنف نے اتنے پر اثر انداز میں قلم بند کیا ہے کہ قاری بے اختیار اشک بار ہو جاتا ہے۔ اقتباس ملاحظہ کیجئے:

"..... جوں جوں حرم پاک کے آثار نظر آنے لگے ہیں دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی ہیں۔ جذبات کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ آنکھیں تر ہونے لگیں، میں نے اپنے اندر ایسی کیفیت کبھی نہیں پائی۔ خانہ کعبہ کا دیدار کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر ہوتا دیکھ کر دل کو جو مسرت ہو رہی ہے، وہ آنسوؤں کی شکل میں آنکھوں سے چھلک رہی ہے------- " ص26

4.مکہ معظمہ میں میرے شب و روز :اس باب میں مصنف نے مکہ کی مقدس سر زمین کے حوالے سے تاریخی قصے بیان کئے ہیں۔ خاص کر حضرت حاجرہ اور حضرت اسماعیل اور پھر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی قربانی کا واقعہ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ اور ساتھ ہی حرم پاک میں قیام کرنے کے دوران دل میں اٹھنے والے پاکیزہ جذبات اور کیفیات کو بھی مصنف نے بڑے ہی دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔

5.جدہ کی فضائیں اور بحیرہ احمر کی ہوائیں :اس باب میں سعودی عرب کے جغرافیہ اور قدرتی مناظر کا روحانی تناظر میں بیان پیش کیا گیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف ہر منظر میں خالق کی صناعی دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

6.صحرا میں شادابی :طائف کے سفر کو نہ صرف جغرافیائی بلکہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تناظر میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہاں کی زیارت کی تفصیل پڑھ کر قاری کے ایمان کی شمعیں روشن ہوتی ہیں۔

7.غارِ ثور سے غارِ حرا تک :سیرتِ نبوی سے جڑے ان دو مقامات کی زیارت کی تفصیل پڑھ کر قاری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی ایامِ نبوت اور حق کی جد و جہد کو ذہن میں تازہ محسوس کرتا ہے۔

8.زبیدہ کے کھنڈرات :یہ باب تاریخِ اسلامی کے ایک عظیم کارنامے کو یاد دلاتا ہے۔ نہرِ زبیدہ کی خدمات کو بیان کرنا اس بات کی علامت ہے کہ مصنف تاریخ سے واقف بھی ہیں اور اس کے قدر شناس بھی ہیں۔

.9احوالِ حرم پاک :اس باب میں حرم شریف کے مناظر، طواف، سعی، نمازیں، اور اذان کی گونج کو اس انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں اور روح میں ایک خاص قسم کی طمانیت بھر جاتی ہے۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

"حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور غلافِ کعبہ کو چھونا سب عازمین کی آرزو ہوتی ہے۔ وہ لمحات بڑے جذباتی ہوتے ہیں جب آپ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہیں یا پھر غلافِ کعبہ کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ میرے لئے یہ لمحات اپنی زندگی کے سب سے حسین لمحات بن گئے۔ یہ ایک خواب کا شرمندہ تعبیر ہونے جیسا ہے۔ یہاں پر ایک بندے کو اپنے خالق کے بہت نزدیک ہونے کا احساس شدت سے ہوتا ہے۔ " ص76

.10شہرِ مصطفیٰ مدینہ منورہ :مکہ سے مدینہ کی طرف سفر اور وہاں پہنچنے پر دل کی جو کیفیت ہوتی ہے، وہ مصنف نے بڑے سلیقے اور عقیدت سے بیان کی ہے۔ ایک چھوٹا سا اقتباس بطورِ نمونہ پیش خدمت ہے:

"۔ آج اپنے مقدر پر ناز ہونے لگا ہے۔ ہمارے پاؤں اس مقدس سر زمین پر پڑ رہے ہیں جہاں کبھی آقائے نامدار کا چلنا پھرنا تھا۔ میرا تصور تاریخ کے اوراق پلٹنے لگا، وہ دن وہ منظر کیسا رہا ہوگا جب رسالت مآب مدینہ تشریف لائے تھے، کیسے یہاں کے لوگوں نے ان کا پر تپاک استقبال کیا تھا، کیسے انصار کی چھوٹی چھوٹی بچیاں دف بجا کر گیت گاتی ہوئیں خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ " ص87

.11احوالِ مسجدِ نبوی :جنت البقیع، روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت، وہاں کی پر سکون فضا اور درود و سلام کی کیفیات اس باب کا خاصہ ہیں۔ قاری خود کو مسجد نبوی میں موجود محسوس کرتا ہے۔

.12عالمِ اسلام کی پہلی مسجد - مسجدِ قبا :اسلامی تاریخ کی پہلی مسجد کے ذکر کے ساتھ ساتھ، اس کے روحانی اثرات کو بھی مصنف نے اجاگر کیا ہے۔

.13الوداع - مدینہ میں آخری دن :رخصتی کے لمحے، آنکھوں سے بہتے آنسو، دل کی اداسی، اور واپس لوٹنے کی تلخی، سب کچھ ایک جذباتی اور پر اثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

جموں سے دیارِ حرم تک صرف ایک سفرنامہ نہیں، بلکہ ایک ایسی کتاب ہے جو قاری کے دل و دماغ میں ایک دیرپا روحانی اثر چھوڑتی ہے۔ مصنف کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے ایک مذہبی فریضے کو ادبی پیرائے میں یوں پیش کیا ہے کہ ہر منظر، ہر جذبہ، اور ہر مقام گویا قاری کے سامنے مجسم ہو جاتا ہے۔ یہ تصنیف محض واقعات کا بیان نہیں ہے بلکہ ایک دل کی آواز ہے، روح کی پکار ہے، ایک عاشق کی آرزوؤں کا آئینہ ہے۔ یہ صرف جغرافیائی فاصلے طے کرنے کی داستان نہیں بلکہ دل کی قربتوں اور روحانی کشمکش کا بیان ہے۔

"لالہ صحرائی :"فکرِ اقبال کا تحقیقی آئینہ

اردو ادب میں اقبال شناسی ایک مستقل اور سنجیدہ میدان ہے، جس پر متعدد محققین، ناقدین اور ادیبوں نے کام کیا ہے۔ تاہم" لالہ صحرائی "جیسی تصنیف اس اعتبار سے منفرد حیثیت رکھتی ہے کہ یہ صرف اقبالیات پر سادہ تجزیہ نہیں بلکہ ایک فکری نچوڑ ہے جس میں علامہ اقبال کی زندگی، افکار، شخصیت اور علمی ورثے کو 292 صفحات پر پھیلا کر نہایت محققانہ مگر رواں انداز میں بیان کیا گیا ہے۔" لالہ صحرائی "پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر ثمینہ سید لاہور، پاکستان رقمطراز ہیں:

------"لالہ صحرائی ایک شاندار کتاب ہے۔ معلومات کا جہان اور مستند حوالوں کے ساتھ علامہ محمد اقبال کی زندگی کے متعلق ایسی روشن کتاب جس نے میرے ذہن کے دریچے وا کر دیئے۔ مجھے دلی سکون اور مسرت حاصل ہوئی کہ یہ دلچسپ اور قیمتی معلومات اس کتاب کے طفیل میرے ذہن و دل تک رسائی پا سکتی ہیں۔ " ص34 ، دریچہ کھلا رکھنا

لالہ صحرائی در حقیقت اقبال کی حیات اور فکر کا ایک ایسا آئینہ ہے جو مختلف زاویوں سے ان کے نظریات اور تاثرات کو سامنے لاتا ہے۔ کتاب کا اسلوب علمی اور ادبی ہے مگر اس میں ثقالت نہیں۔ مصنف نے پیچیدہ فلسفیانہ نکات کو سلیس زبان میں اس طرح بیان کیا ہے کہ عام قاری بھی باآسانی مفہوم تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ کتاب میں شامل 43 مضامین ہر ایک اپنی جگہ ایک مکمل فکری وحدت ہیں جو کسی نہ کسی اعتبار سے اقبال کی فکر کے کسی گوشے پر روشنی ڈالتا ہے۔ معروف محقق و نقاد پروفیسر قدوس جاوید لکھتے ہیں:

----------"اقبال کے فکر وفن کے حوالے سے اسلم شہزاد کی تحریروں میں جمال بھی ہے اور جلال بھی۔ لالہ صحرائی میں چالیس سے زائد اسلم شہزاد کی تحریں شامل ہیں۔ ان مختصر تحریروں میں کئی ایسی تحریریں ہیں جو قارئین کو بہت گہرائی سے غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں۔"

کتاب کا ابتدائی حصہ جہاں اقبال کی سوانح حیات سے شروع ہوتا ہے وہاں زندگی کے احوال پر مشتمل یہ مختصر مضمون الگ کشش رکھتا ہے۔ مصنف نے اقبال کی ابتدائی زندگی، والدین کی تربیت، تعلیمی پس منظر اور اوائل کے رجحانات کو دلچسپ اور حکایتی انداز میں بیان کیا ہے۔

ایک اور مضمون جو نہایت اہمیت کا حامل ہے، وہ ہے" اقبال اور فیض احمد فیض"۔ یہ ان دونوں کا تقابلی مطالعہ نہیں ہے، بلکہ یہ مضمون اس لحاظ سے اہم ہے کہ دونوں شخصیات اردو ادب اور ترقی پسند تحریک کے نمایاں ستارے رہے ہیں۔ اسلم شہزاد نے اقبال کے افکار، اسلوب، جمالیاتی رجحانات اور انقلابی پیغام کو فیض احمد فیض کے نقطہ ء نظر سے پیش کیا ہے۔ فیض کا نظریہ ء اقبال بڑا دلچسپ اور معلوماتی موضوع ہے۔ اس میں فیض علامہ اقبال کی شاعری کو فن کی کسوٹی پر پرکھنے کے بجائے ان کے نظریات سے ہم آہنگ کر کے دیکھنے کے حق میں ہیں۔ اس کے علاوہ اقبال کی شاعری کے حوالے سے ایک اور چیز فیض احمد فیض نے منظر عام پر لائی ہے، وہ ہے مخصوص الفاظ اور محاوروں کی نشاندہی جو اقبال سے پہلے اردو شاعری میں ندارد تھے۔

اس کے علاوہ" اقبال اور بچوں کا ادب "کے حوالے سے ایک کم نظر آنے والا پہلو مصنف نے مؤثر طور پر اجاگر کیا ہے۔ بچوں کے لیے علامہ کی نظموں میں شامل اشعار اور تربیتی پیغام کو جس فہم کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، وہ مصنف کی فکری بصیرت کی علامت ہے۔ کتاب کے خالق لکھتے ہیں:

"---- چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بچپن اور لڑکپن کے دنوں میں جو تجسس اور جستجو انسان کو دامن گیر ہوتی ہے اسے محور بنا کر اقبال نے نہایت خوبصورت نظمیں لکھیں جو عوام الناس میں بہت مقبول ہوئیں۔ ان نظمیات کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ ان میں جو موضوع اور عنوان کے مطابق منظر کشی کی گئی ہے وہ پل بھر کے لیے قاری کو ایک طلسماتی دنیا کا احساس دلاتی ہے۔ میں نے آج تک کسی عظیم شاعر کے کلام میں ایک کچے ذہن والے بچپن کی ایسی عکاسی نہیں دیکھی۔ " -------- ص90

مصنف نے اقبال کے افکار کو کنفوشیس، سقراط، افلاطون، ارسطو، دانتے، فرائیڈ، کامو، خلیل جبران اور دیگر عالمی فلاسفہ کے نظریات کے تناظر میں رکھا ہے۔ یہ حصہ خاص طور پر اقبالیات کے سنجیدہ طالب علموں کے لئے علمی خزانہ ہے۔ مصنف نے اقبال کے" خودی "کے تصور کو دیگر فلسفیانہ مکاتبِ فکر سے ممتاز اور منفرد انداز میں ثابت کیا ہے۔

مضمون" اقبال اور اسلام "علامہ کے دینی رجحان، اسلام کی روحانی اساس اور اسلامی نشاۃ ثانیہ کے لئے ان کے خواب کا احاطہ کرتا ہے۔ یہاں علامہ کے اشعار اور خطبات کو بطور مآخذ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مصنف نے" اقبال اپنے خطوط کے آئینے میں "کے موضوع پر بھی نہایت مؤثر انداز میں قاری کو ایک اور طرح کے اقبال سے متعارف کرواتا ہے؛ ایک حساس انسان، ایک فکری رہنما، اور ایک صاحبِ

بصیرت دوست۔ خطوط کے اقتباسات کے ذریعے مصنف نے علامہ کے خیالات اور محسوسات کا غیر رسمی مگر عمیق تجزیہ پیش کیا ہے۔ اکبر الہ آبادی کے نام خط کا ایک حصہ ملاحظہ کیجئے:

"آپ کی زبان سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ نہایت پر معنی اور مفید ہوتے ہیں۔ ان کو جمع کر لینا چاہیے تاکہ آئندہ نسلیں ان سے فائدہ اٹھا سکیں ۔ بڑی ضرورت ہے کہ ایک منشی کاغذ قلم دوات لے کر آپ کے پاس ہر وقت بیٹھے اور جو بات آپ فرمائیں اسے نوٹ کر لے اگر میں الہ آباد میں قیام کر سکتا تو آپ کے لیے وہ کام کرتا جیسا با سویل Boswell نے ڈاکٹر جانسن Dr Johnson کے لئے کیا تھا۔ " ص263

"ترانہ ملی پر اعتراض "یہ ایک اہم اور جرات مندانہ مضمون ہے، جس میں کتاب کے خالق نے ایک منسٹر بھٹا چاریہ کی جانب سے اقبال پر لگائے گئے الزامات خاص طور پر علیحدگی پسندی کے طعنے کا سنجیدہ، تحقیقی اور باوقار جواب دیا ہے۔ مصنف نے اس ضمن میں تاریخی سیاق و سباق، اقبال کے اصل اشعار اور نظریاتی حوالوں سے ایک مضبوط دفاع پیش کیا ہے۔ مصنف نے اپنی اس کتاب میں" بالے کا بچپن "کے حوالے سے بھی نہایت ہی دلچسپ اور معلوماتی مضمون قلمبند کیا ہے، جس سے اس بات کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ اقبال کو بچپن میں دوست" بالا "کہہ کر بلاتے تھے۔

بہر کیف" لالہ صحرائی "کو محض تحقیقی کتاب کہنا نا کافی ہوگا، یہ دراصل ایک فکری رہنمائی اور فلسفیانہ دعوتِ مطالعہ ہے۔ مصنف کا خاص کمال یہ ہے کہ کتاب میں شامل تمام مضامین اقبال کے مداحانہ اسلوب سے خالی نہیں مگر وہ عقیدت میں عقل کی شمع بجھنے نہیں دیتے۔

"شہر تمنا :"متنوع نثری اصناف کا گلدستہ

انجینئر اسلم شہزاد کی تیسری کتاب" شہر تمنا "انشائیے، افسانے، خاکے، اور مضامین پر مبنی ہے، جس کی ضخامت 392 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اردو نثر کے ان شعبوں میں مرزا فرحت اللہ بیگ، رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری، ابن انشا، شوکت تھانوی اور مشتاق احمد یوسفی جیسے نام ہمیشہ تابندہ رہیں گے۔ انہی روایات کو آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے اس تصنیف کے ذریعے اردو نثر میں ایک نئی جہت کا اضافہ کیا ہے۔" شہر تمنا "ایک ایسی تصنیف ہے جس میں جابجا اصلاحی پہلو نمایاں نظر آئیں گے۔ اس حوالے سے بات کرتے ہوئے پروفیسر عارف نقوی لکھتے ہیں:

"افسانے، ناول، تنقیدی مضامین، خاکے اور یادداشتیں ہم روز ہی پڑھا کرتے ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن اسلم شہزاد صاحب کے مضامین، انشائیے اور افسانوں میں ہمیں معلومات اور طنز و مزاح کے ساتھ اصلاحی پہلو نظر آتے ہیں، وہ نہایت ہی سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ خاندان کے کسی بزرگ کی طرح اس خوبی سے نصیحتیں کرتے ہیں جیسے یہ ان کے اپنے تجربات ہیں۔ " ص25

"شہر تمنا "بظاہر ایک عام ادبی مجموعہ محسوس ہوتا ہے، مگر حقیقت میں یہ مصنف کی زندگی کے تجربات، مشاہدات، اور جذبات کا نچوڑ ہے۔ یہاں ساحر لدھیانوی کا یہ شعر صادق آتا ہے کہ:

دنیا نے حادثات و تجربات کی شکل میں
جو کچھ مجھے دیا ہے، اسے لوٹا رہا ہوں میں

پروفیسر محمد ریاض احمد صدر شعبہ اردو، جموں یونیورسٹی اس تصنیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اسلم شہزاد کے شہر تمنا میں سبھی رنگ نظر آتے ہیں۔ اس کتاب میں کل 72 مضامین شامل ہیں۔ مضامین میں تمام طرح کے رس موجود ہیں۔ ان مضامین کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شہزاد نے انشائیہ نما مضامین کو اولیت دی ہے اور ساتھ ہی متعدد مضامین میں افسانوی رنگ پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کے بیشتر مضامین سماجی بیداری، اخلاقی قدریں اور تہذیبی اقدار کی پاسداری کے حوالے سے قلمبند کیے گئے ہیں۔ " ص37

کتاب کے انشائیے زندگی کے مختلف پہلوؤں کو طنز و مزاح کی چاشنی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اسلم شہزاد کی تحریروں میں لطافت، شگفتگی اور فکری گہرائی اس انداز سے موجود ہے کہ وہ اردو طنزیہ نثر کی روایت میں ایک نئے باب کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ ان کے انشائیوں میں طنز کا کاٹ بھی ہے اور مزاح کی چاشنی بھی، جس سے قاری مسکراتے ہوئے زندگی کے گہرے حقائق کا ادراک حاصل کرتا ہے۔
"شہر تمنا "میں شامل چند افسانے جن میں" سر آنچل کی ہوا"،" احساس شکست "اور" ایک فیصلہ "نہایت متاثر کن ہیں۔ یہ افسانے معاشرتی ناہمواریوں، جذباتی کشمکش اور انسانی نفسیات کی بہترین عکاسی کرتے ہیں۔ ان کے کردار، مکالمے اور پلاٹ حقیقی زندگی سے قریب تر محسوس ہوتے ہیں۔ کتاب کا تیسرا اہم حصہ مضامین اور خاکوں پر مشتمل ہے جہاں رشتوں کی نزاکت، معاشرتی تلخیاں اور سبق آموز باتیں نہایت خوبصورتی سے بیان کی گئی ہیں۔ پروفیسر قدوس جاوید لکھتے ہیں:
"در اصل اسلم شہزاد کی کتاب شہر تمنا میں ایسے کئی مضامین ہیں جن میں فکر و دانش کے چراغوں کی روشنی پھیلی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسلم شہزاد نے اپنی نثری تحریروں میں موقع و محل کے اعتبار سے اپنے اشعار درج کر کے اپنی تحریروں کو دو آتشہ بنا دیا ہے۔ " ص 23 تا 24

Conclusion حاصل کلام

المختصر یہ کہ اسلم شہزاد کا شمار ان قلمکاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے اردو زبان و ادب سے محبت کو عملی شکل دی۔ ان کی تحریریں فکری وسعت، تحقیق، روحانیت اور طنز و مزاح کی آئینہ دار ہیں۔ مصنف کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے ہر پیچیدہ نکتے کو سلیس اور عام فہم زبان میں بیان کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ہر تخلیقی کاوش عام قاری اور محقق دونوں کو یکساں طور پر متاثر کرتی ہے۔ موجودہ دور کی نثری تاریخ میں اسلم شہزاد کا ایک نمایاں اور یادگار کردار ہے، اور آئندہ بھی ان کی تحریروں کی ضیا اردو زبان و ادب کی تاریخ کو منور کرتی رہے گی۔

اردو کے چند لفظ ہیں جب سے زبان پر
تہذیب مہرباں ہے میرے خاندان پر

References حوالہ جات

1. جموں سے دیارِ حرم تک ریاض کے ہوائی آدے ، ص 24 ، سن اشاعت2024 ، ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی۔
2. جموں سے دیارِ حرم تک اور ہم مکہ معظمہ پہنچ گئے ، ص26 ، سن اشاعت2024 ، ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی۔
3. جموں سے دیارِ حرم تک، ص76 ، سن اشاعت2024 ، ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی۔
4. جموں سے دیارِ حرم تک، ص 87 ، سن اشاعت2024 ، ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی۔
5. لالہ صحرائی، ص34 ، سن اشاعت ستمبر2023 ، ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی۔
6. لالہ صحرائی دریچہ کھلا رکھنا ، ص34 ، سن اشاعت ستمبر2023 ، ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی۔
7. لالہ صحرائی، ص 90 سن اشاعت ستمبر2023 ، ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی۔
8. لالہ صحرائی ، ص263 ، سن اشاعت ستمبر2023 ، ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی۔
9. شہر تمنا ، ص25 ، سن اشاعت2022 ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی۔
10. شہر تمنا ، ص37 ، سن اشاعت2022 ، ایجوکیشن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی۔
11. شہر تمنا، ص 23 تا 24 سن اشاعت2022 ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی۔